بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سورۃ الانفال

(۵)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی
وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا

(تم نے پوچھا تھا تو) جان لو[۲] کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا تھا، اُس کا پانچواں حصہ اللہ، اُس کے پیغمبر، (پیغمبر کے) اقربا اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے خاص رہے گا۔[۳] اگر تم اللہ پر

۲؎ اموال غنیمت سے متعلق چونکہ ناروا قسم کے سوالات اٹھا دیے گئے تھے، اِس لیے لوگوں کی کمزوریوں پر تبصرے کے بعد اب فیصلہ سنایا ہے تو آغاز اِس تنبیہی کلمے سے کیا ہے۔

۳؎ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ زمانۂ رسالت کی جنگوں پر اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ یہ سب اللہ و رسول کا ہے۔ یہاں یہ بتایا ہے کہ اِس کے باوجود یہ سارا مال نہیں، بلکہ اِس کا پانچواں حصہ ہی اجتماعی مقاصد کے لیے خاص رہے گا اور باقی از راہ عنایت مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ یہ تقسیم بھی صاف واضح ہے کہ صرف اِس وجہ سے کی گئی ہے کہ لوگوں نے جنگ بہرحال لڑی تھی۔ اُس کے لیے زادراہ کا بندوبست بھی کیا تھا اور اُس کی ضرورتوں کے لیے اسلحہ، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ بھی خود ہی مہیا کیے تھے۔ لہٰذا جب اِس طرح کے اموال مسلمانوں کو حاصل ہوئے جن کے لیے اُنھیں یہ اہتمام نہیں کرنا پڑا تو سورۂ حشر (۵۹) کی آیات ۶-۸ میں قرآن

نے واضح کر دیا کہ یہ سب دین وملت کی ضرورتوں اور قوم کے غربا و مساکین کے لیے خاص کر دیا گیا ہے، اِس کا کوئی حصہ بھی مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ آیۂ زیر بحث میں اللہ تعالیٰ نے اِن اجتماعی مقاصد کی تفصیل کر دی ہے۔

سب سے پہلے اللہ کا حق بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ، ظاہر ہے کہ ہر چیز سے غنی اور بے نیاز ہے۔ اُس کے نام کا حصہ اُس کے دین ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ لہٰذا اِس کا اصلی مصرف وہ کام ہوں گے جو دین کی نصرت اور حفاظت و مدافعت کے لیے مسلمانوں کا نظم اجتماعی اپنی دینی ذمہ داری کی حیثیت سے انجام دیتا ہے۔

دوسرا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا گیا ہے۔ آپ کی شخصیت میں اُس وقت نبوت و رسالت کے ساتھ مسلمانوں کی حکومت کے سربراہ کی ذمہ داری بھی جمع ہو گئی تھی اور آپ کے اوقات کا لمحہ لمحہ اپنے یہ منصبی فرائض انجام دینے میں صرف ہو رہا تھا۔ اِس ذمہ داری کے ساتھ اپنی معاش کے لیے کوئی کام کرنا آپ کے لیے ممکن نہ تھا۔ اِس صورت حال میں ضروری تھا کہ اس مال میں آپ کا حق بھی رکھا جائے۔ اِس کی نوعیت کسی ذاتی ملکیت کی نہیں تھی کہ اِسے آپ کے وارثوں میں تقسیم کیا جاتا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یہ آپ سے آپ اُن کاموں کی طرف منتقل ہو گیا جو آپ کی نیابت میں مسلمانوں کے نظم اجتماعی کے لیے انجام دینا ضروری تھے۔

www.javedahmadghamidi.org

تیسرا حق 'ذی القربیٰ' کا بیان کیا گیا ہے۔ اِس سے، ظاہر ہے کہ آپ کے وہ قرابت دار مراد ہیں جن کی کفالت آپ کے ذمے تھی اور جن کی ضرورتیں پوری کرنا اخلاقی لحاظ سے آپ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آپ کی حیثیت تمام مسلمانوں کے باپ کی تھی۔ چنانچہ آپ کے بعد یہ ذمہ داری عرفاً وشرعاً مسلمانوں کے نظم اجتماعی کو منتقل ہوئی اور ذی القربیٰ کا حق بھی، جب تک وہ دنیا میں رہے، اِسی طرح قائم رہا۔

چوتھا حق یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔ اُن کا حق بیان کرتے ہوئے 'اُس لِ' کا اعادہ نہیں فرمایا جو اوپر اللہ، رسول اور ذی القربیٰ، تینوں کے ساتھ آیا ہے، بلکہ اُن کا ذکر ذی القربیٰ کے ذیل ہی میں کر دیا ہے۔ اِس سے مقصود اِس طبقے کی عزت افزائی ہے کہ گویا یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا ہی کے تحت ہیں۔ یہ حق کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔ ہر وہ معاشرہ جو اِن طبقات کی ضرورتوں کے لیے حساس نہیں ہے، جس میں یتیم دھکے کھاتے، مسکین بھوکے سوتے اور مسافر اپنے لیے کوئی پرسان حال نہیں پاتے، اُسے اسلامی معاشرے کا پاکیزہ نام نہیں دیا جا سکتا۔

يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾
اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ
وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّيَهْلِكَ

---

ایمان رکھتے ہو اور اُس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن اتاری تھی،[۴] جس دن دونوں گروہوں میں مڈبھیڑ ہوئی تھی (تو بے چون و چرا اِس حکم کی تعمیل کرو اور جان رکھو کہ) اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔[۵] ۴۱

یاد کرو، جب تم وادی کے قریبی کنارے[۶] پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر، اور قافلہ تم سے نیچے تھا۔ اگر تم باہم وقت ٹھیرا کر نکلتے تو جو وقت ٹھیراتے، اُس میں لازماً آگے پیچھے ہو جاتے۔[۷] لیکن (اللہ نے

---

۴ے یعنی وہ تائید و نصرت جو بدر کے مواقع پر نازل کی گئی۔ فیصلے کے دن سے مراد غزوۂ بدر کا دن ہے۔ اُس کو فیصلے کے دن سے تعبیر کرنے کی وجہ پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

۵ے یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ روے سخن اُنھی نکتہ چینوں کی طرف ہے جنھوں نے اموال غنیمت سے متعلق سوالات اٹھائے تھے۔ اِس جملے میں ایک اور پہلو بھی قابل توجہ ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... یوں نہیں فرمایا کہ اگر تم اُس نصرت الٰہی پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے تم پر اتاری، بلکہ یوں فرمایا کہ 'اپنے بندے پر اتاری'، جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ کسی گروہ کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یہ کامیابی جو حاصل ہوئی ہے، یہ اُس کا کارنامہ ہے۔ یہ جو کچھ ہوا ہے، اللہ کی کارسازی اور اُس رسول کی برکت سے ہوا ہے جس کی مدد کے لیے اللہ نے اپنی غیبی فوج بھیجی۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نہ اللہ کسی کا محتاج ہے اور نہ اُس کا رسول کسی کا دست نگر ہے۔ اللہ جب چاہے گا، اپنے رسول کی مدد کے لیے اپنی افواج قاہرہ بھیج دے گا۔“ (تدبر قرآن ۳/ ۴۸۳)

۶ے یعنی اُس کنارے پر جو مدینے سے قریب تھا۔

۷ے مطلب یہ ہے کہ اگر تم دونوں فریق اپنے طور پر یہ طے کر کے نکلتے کہ ایک کو قافلے کی حفاظت کا بہانہ بنا کر حملہ کرنا ہے اور دوسرے کو اِس موقع سے فائدہ اٹھا کر حملہ آور کو سبق سکھانا اور اُس پر اپنی دھاک بٹھا دینی ہے تو کبھی اِس طرح نہ پہنچ سکتے کہ قافلہ ابھی مسلمانوں کی زد میں ہوتا اور دونوں لشکر آمنے سامنے آ کھڑے ہوتے۔ زیادہ امکان یہی تھا کہ قریش کے دل بادل لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی قافلہ بہ حفاظت نکل چکا ہوتا اور اُن کے لیے حملے کا



www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِالْتَقَيْتُمْ فِيْٓ

کوئی فرق نہیں ہونے دیا)، اِس لیے کہ اللہ اُس معاملے کا فیصلہ کر دے جس کو ہو کر رہنا تھا تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہے، وہ حجت دیکھ کر ہلاک ہو اور جسے زندگی حاصل کرنی ہے، وہ حجت دیکھ کر زندگی حاصل کرے[۷۸]۔ بے شک، اللہ سمیع و علیم ہے[۷۹]۔ یاد کرو، (اے پیغمبر) جب اللہ تمھارے خواب میں اُن کو تھوڑا دکھا رہا تھا[۸۰]۔ اگر کہیں زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور جو معاملہ درپیش تھا، اُس کے بارے میں جھگڑنے لگتے[۸۱]، مگر اللہ نے بچا لیا[۸۲]۔ یقیناً، وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔ اور یاد کرو، جب

کوئی جواز باقی نہ رہتا۔ چنانچہ اُن کے اندر کے لوگ ہی اصرار کرتے کہ ہم جس اندیشے سے نکلے تھے، وہ غلط ثابت ہوا، اب حملہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور وہ مجبور ہو جاتے کہ سب تیاریوں کے باوجود جنگ کیے بغیر ہی مکہ لوٹ جائیں۔

۷۸؎ آیت میں 'هَلَكَ' اور 'حَيَّ' کے ساتھ 'عَنْ' آیا ہے۔ یہ منبع و مصدر کے مفہوم پر دلالت کے لیے ہے۔ عربی زبان میں یہ اِس مفہوم کے لیے بھی آتا ہے۔ ہلاکت اور زندگی سے مراد روحانی و معنوی ہلاکت اور زندگی ہے اور حجت یا 'بَيِّنَة' سے اُس فرقان کی طرف اشارہ مقصود ہے جو غزوۂ بدر کے موقع پر ظاہر ہوا اور جس نے حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ہر سلیم الطبع انسان پر واضح کر دیا۔

۷۹؎ صفات الٰہی کا یہ حوالہ اُس پوری اسکیم کے تعلق سے آیا ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...مطلب یہ ہے کہ کہاں تم، کہاں قریش اور کہاں قافلہ، لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کے بھید معلوم کر لیے، سب کی سرگوشیاں سن لیں اور سب کے ارادے تاڑ لیے اور پھر سب کو اِس طرح جمع کر کے وہ بات پوری کر کے دکھا دی جو اُس نے طے کر لی تھی، اِس لیے کہ وہ سمیع و علیم ہے۔" (تدبر قرآن ۳/ ۴۸۴)

۸۰؎ رویا میں چیزیں بعض اوقات اُن کی معنوی حقیقت کے اعتبار سے دکھائی جاتی ہیں۔ اِس موقع پر بھی یہی ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کا لشکر انتہائی کم تعداد میں نظر آیا۔ یہ اُن کی معنوی قلت تھی جو قلت تعداد کی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اَعۡيُنِكُمۡ قَلِيۡلًا وَّيُقَلِّلُكُمۡ فِيۡۤ اَعۡيُنِهِمۡ لِيَقۡضِيَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۴۴﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰهَ

---

تمھاری مڈبھیڑ کے وقت وہ تم لوگوں کی نگاہوں میں اُنھیں کم کر کے دکھا رہا تھا اور تمھیں اُن کی نگاہوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا تاکہ اللہ اُس معاملے کا فیصلہ کر دے جس کو ہو کر رہنا تھا۔[۸۳] (حقیقت یہ ہے کہ) تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔۴۲-۴۴

ایمان والو، جب (آیندہ بھی) کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو[۸۴] تاکہ تم کامیاب ہو۔[۸۵] اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو[۸۶] اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ (اس کے

---

صورت میں ظاہر ہوئی۔

۸۱؎ یہ اُسی گروہ سے کہا ہے جس کا ذکر سورہ کی ابتدا سے چلا آ رہا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر قریش کے لوگ کثیر تعداد میں دکھا دیے جاتے، جتنے کہ وہ فی الواقع تھے تو حضور بھی اُن کا ذکر اُسی صورت میں کرتے۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ جو کمزور مسلمان اتنی قلیل تعداد کا سن کر بھی آمادۂ جنگ نہیں ہو رہے تھے، وہ بالکل ہی ہمت ہار بیٹھتے اور ایسا اختلاف پیدا ہو جاتا کہ جنگ کے لیے نکلنا ہی ممکن نہ رہتا۔

۸۲؎ یعنی کمزوری کے اظہار سے بچا لیا اور کمزور مسلمان بھی کچھ بحث و تمحیص کے بعد مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

۸۳؎ یعنی اِس لیے کم کر کے دکھا رہا تھا کہ ایک دوسرے کو اِس طرح دیکھ کر کوئی فریق بھی خوف نہ کھائے اور وہ فرقان ظاہر ہو جائے جس کا ظہور خدا کی اسکیم میں طے ہو چکا تھا۔

۸۴؎ اللہ کا ذکر ثابت قدمی کا ذریعہ ہے اور ثابت قدمی اِس لیے ضروری ہے کہ اللہ کی نصرت اِس کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ یہاں بہت ذکر کرنے کے لیے کہا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ حالات زیادہ صبر آزما ہوں تو ذکر بھی زیادہ مقدار میں مطلوب ہوگا۔



www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ
وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

نتیجے میں) ہمت ہار جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ ثابت قدم رہو، اِس لیے کہ اللہ اُن کے ساتھ ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہوں[87]۔ تم اُن لوگوں کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے[88] اور جن کا رویہ یہ ہے کہ خدا کی راہ سے روکتے ہیں، درآں حالیکہ

۸۵؎ اصل الفاظ ہیں: 'لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'۔ قرآن کی تعبیرات میں 'فَلَاح' ایک جامع لفظ ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> "...یہ دنیا اور آخرت، دونوں کی کامیابی پر مشتمل ہے۔ مجرد غلبہ تو ہو سکتا ہے کہ بغیر ذکر الٰہی کے بھی حاصل ہو جائے، لیکن وہ فلاح کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ فلاح اُسی غلبے سے حاصل ہو گی جس کا دروازہ ذکر الٰہی کی مدد سے کھلے اور جس میں غلبہ حاصل کرنے والوں کو خدا کی معیت حاصل ہو۔" (تدبر قرآن ۳/ ۴۸۷)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۸۶؎ اللہ و رسول کی اطاعت کا یہ خاص مفہوم بھی یہاں پیش نظر ہے کہ دشمن کے مقابلے میں پورے نظم اور ڈسپلن کے ساتھ اللہ و رسول کے احکام کی پیروی کی جائے، اِس لیے کہ ذکر الٰہی سے محرومی جس طرح دل و دماغ کو منتشر کر دیتی ہے، ڈسپلن کی کمزوری اسی طرح جماعت کے نظم کو درہم برہم کر کے رکھ دیتی ہے۔

۸۷؎ یہی بات اوپر افراد کو پیش نظر رکھ کر ارشاد ہوئی تھی۔ یہاں یہ جماعت کو پیش نظر رکھ کر کہی گئی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> "...مطلب یہ ہے کہ خدا کی مدد و نصرت اور اُس کی معیت کے طالب ہو تو اپنے جماعتی کردار سے اُس کا استحقاق پیدا کرو۔ خدا منتشر بھیڑ کا ساتھ نہیں دیتا، بلکہ اُن لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو اُس کی راہ میں جہاد کے لیے بنیان مرصوص بن کر کھڑے ہوں۔" (تدبر قرآن ۳/ ۴۸۸)

۸۸؎ یہ اُس طمطراق اور جذبۂ نمایش کا ذکر ہے جس کا مظاہرہ قریش کے لیڈروں نے جنگ بدر کے لیے نکلتے ہوئے کیا تھا۔ مسلمانوں کو اِس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ طنطنہ، طمطراق اور ریا کسی بندۂ مومن کے شایان شان نہیں ہے۔ رزم ہو یا بزم، خدا کے بندوں پر عبدیت کی تواضع اور فروتنی ہر حال میں نمایاں رہنی چاہیے، اِس لیے کہ اُن کی جنگ محض جنگ نہیں، بلکہ اللہ کی عبادت ہے اور ضروری ہے کہ اُس کی یہ شان ہر جگہ قائم رہے۔ اُنھیں جو کچھ کرنا ہے،

اَعۡمَالَهُمۡ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الۡيَوۡمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیۡ جَارٌلَّكُمۡ فَلَمَّا تَرَآءَ تِ الۡفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيۡهِ وَقَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡكُمۡ اِنِّیۡۤ اَرٰی مَالَا تَرَوۡنَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذۡ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ

جو کچھ وہ کر رہے ہیں، اللہ اُس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یاد کرو، جب شیطان نے اُن کے اعمال اُنھیں خوش نما بنا کر دکھائے اور کہا کہ آج لوگوں میں کوئی نہیں جو تم پر غلبہ پا سکے اور (مطمئن رہو)، میں تمھارے ساتھ ہوں۔ مگر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بری ہوں، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ میں خدا سے ڈرتا ہوں، (حقیقت یہ ہے کہ) خدا سخت سزا دینے والا ہے۔[۸۹] یاد کرو، جب منافقین اور وہ بھی جن کے دلوں کو

ہمیشہ اللہ کے لیے کرنا ہے اور اُس کی داد بھی آخرت میں اُسی سے لینی ہے۔ یہ اخلاص اُن سے جس طرح عبادت میں مطلوب ہے، اُسی طرح جنگ میں بھی مطلوب ہے۔

۸۹۔ شیطان نے یہ باتیں، ظاہر ہے کہ خود سامنے آکر نہیں کہیں، بلکہ اپنے طریقے کے مطابق انسانوں میں سے اپنے پیرووں سے کہلائیں۔ قرآن کے بعض دوسرے مقامات سے واضح ہوتا ہے کہ اِس طرح کے موقعوں پر اُس کی یہ خدمت مدینہ کے یہود انجام دیتے رہے۔ قرین قیاس ہے کہ اِس موقع پر بھی شیطان کی انگیخت سے اُنھی نے پہلے قریش کو بڑھاوے دیے ہوں گے کہ شاباش، آگے بڑھو، آج کس میں دم ہے کہ تمھارا مقابلہ کر سکے، مگر وقت آنے پر پیچھے ہٹ گئے ہوں گے کہ مبادا وہ بھی خدا کے عذاب کی گرفت میں آ جائیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی پیغمبر ہیں جن کے آنے کی پیشین گوئی اُن کے صحیفوں میں کی گئی ہے۔ قرآن کے الفاظ میں وہ آپ کو اِس طرح پہچانتے تھے، جس طرح کوئی مہجور باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی قوم سے باہر کسی نبوت و رسالت کو وہ کسی قیمت پر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، لہٰذا چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا یہ خطرہ مول لے اور اُنھیں اُس آزمایش سے نجات دلا دے جس میں وہ آپ کی بعثت کے بعد مبتلا ہو گئے تھے۔ دونوں لشکروں کو آمنے سامنے دیکھ کر شیطان نے جو کچھ کہا ہے، اُس کا ظہور بھی یہود کے رویے میں ہوا، جبکہ قریش کی پیٹھ ٹھونکنے کے باوجود وہ اُن کا ساتھ دینے کے لیے کھلم کھلا میدان میں نہیں اترے۔ قرآن نے یہاں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيۡنُهُمۡ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۴۹﴾

روگ لگا ہوا ہے، (خود تمھارے متعلق) کہہ رہے تھے کہ اِن کے دین نے اِن لوگوں کو دھوکے میں ڈال دیا ہے[۹۰]، دراں حالیکہ جو اللہ پر بھروسا رکھتے ہیں، (اللہ ضرور اُن کی مدد کرتا ہے)، اِس لیے کہ اللہ زبردست ہے، وہ بڑی حکمت والا ہے۔۴۵-۴۹

اشارے کنایے میں اُن کو بھی متنبہ کر دیا ہے اور مسلمانوں کو بھی بتا دیا ہے کہ جو کچھ سامنے دیکھتے ہو، اُس کے پیچھے کون کون چھپا ہوا ہے۔

۹۰ یعنی ہوش و خرد سے عاری کر کے اِس خبط میں مبتلا کر دیا ہے کہ ممولے ہو کر بھی شہبازوں سے لڑ سکتے اور چیونٹی ہو کر بھی پہاڑوں سے ٹکرا سکتے ہو۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com